سورۃ الممتحنہ

کی حکیمانہ انقلابی تفسیر

سورۃ الممتحنہ

موضوع سورت

اگر حزب اللہ کے ارکان خیانت کریں تو انہیں کیا سزا دی جائے گی؟ اس مسئلے کی توضیح الممتحنہ میں کی گئی ہے۔ اسی سلسلے میں حزب اللہ کے ارکان کو رازداری کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ جنگی قوت پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

سورۃ الحشر کے ساتھ ربط

سورۃ حشر میں لڑنا اور سرمایہ جمع کرنا حزب اللہ کے فرائض میں داخل کیا گیا تھا اس سورۃ الممتحنہ میں بتایا گیا ہے کہ حزب اللہ اپنا حاکمانہ نظام ایک قانون کے اندر رہ کر قائم کرے۔ کیونکہ جو جماعت قانون کے اندر رہ کر اپنا نظام رکھ سکتی ہے اسے اگر دوسری قوم پر حاکم بنا دیا جائے تو وہ اس کا انتظام بھی قانون کے اندر رہ کر کر سکے گی اس طرح ظالمانہ قوتوں کا استیصال ہو سکے گا۔

فصل اول

ایک واقعہ

حزب اللہ کا ایک ممبر ہے، وہ مہاجر ہے، وہ کفار کے لیے جاسوسی کرتا ہے اور پکڑا جاتا ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کیا معاملہ کرتے ہیں؟ اس پر لوگوں کی توجہ اس امر کی طرف منعطف ہوئی کہ کیا ایسا سلوک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بعد تمام قاعدے تلقین کر دیئے گئے اور حکم دے دیا گیا کہ حزب اللہ کے ممبران قواعد کے اندر رہ کر کام کریں۔

حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی وہ کفار نے توڑی تو حضور نبی کریم ﷺ نے خاموشی کے ساتھ عساکر جمع کر کے مکہ معظّمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے کوشش کی کہ اس تیاری کی خبر باہر نہ نکل سکے لیکن ایک بدری

مہاجر حاطب ابن ابی بلتعہ نے مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ تحقیقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس لئے اطلاع دی کہ اہل مکہ جن کے قبضہ میں میرے اہل و عیال ہیں اس احسان کے عوض وہ ان سے اچھا سلوک کریں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے یہ عذر قبول فرمالیا اور اس سے کچھ تعرض نہ کیا۔ اس پر یہ آیات نمبر ۱ تا نمبر ۳ نازل ہوئیں جن میں پیغمبر کے اس فعل کو قاعدہ مقرر کرنے کے بجائے ایسے حالات کے لئے نئے قوانین دیئے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت نمبر۔۱ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِىْ سَبِيْلِىْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِىْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

(اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو! حالانکہ تمہارے پاس جو سچا دین آیا ہے اس کے یہ منکر ہو چکے ہیں۔ رسول کو اور تمہیں اس بات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم جہاد کے لئے میری راہ میں اور میری رضا جوئی کے لئے نکلے ہو (تو ان کو دوست نہ بناؤ)! تم ان کے پاس پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی اور ظاہر کرتے ہو۔ اور جس نے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے راستے سے بہک گیا۔)

دشمن کی طاقت

دشمن کی طاقت کی توضیح اس آیت میں ان الفاظ میں کر دی گئی ہے :

"قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ "

'بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ' وہ انقلاب ہے جو قرآن حکیم لے کر آیا ہے۔

اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ تم نے اس انقلاب کو کامیاب بنانے کا ذمہ اٹھایا۔

انسان اپنے رب کے سوا کسی کا حکم مان ہی نہیں سکتا یہ طبعی حقیقت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے خدا کے حکم کے سوا اور سب حکموں کے ماننے سے انکار کر دیا۔

يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ "اس جرم" کی پاداش میں کہ تم اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں مانتے انقلاب کے مخالفین رسول اللہ کو اور تمہیں وطن سے خارج کر دیتے ہیں۔ وہ مار نہیں سکتے، رشتہ داری ہے اور ڈرتے ہیں کہ اس وجہ سے

خود ان کے اندر شدید اختلافات پیدا نہ ہو جائیں اس لئے وہ گھر سے نکال ڈالنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ حقیقت میں انسان کی جلاوطنی بھی موت کے قریب ہے۔ یہ ہے دشمن کی طاقت!

دشمن کون ہے؟

اس قسم کی جماعت جب کبھی پیدا ہوگی دشمن کہلائے گی اس میں ہم دو چیزوں کو اساس قرار دیتے ہیں۔

(ا) قرآن کے انقلاب کو سمجھ کر اس کا انکار کر دینا۔

(۲) اس انقلاب کو کامیاب بنانے والی جماعت سے لڑائی مول لینا تاکہ وہ جماعت اسے کامیاب نہ بنا سکے۔

اب ایک شخص ہے جو قرآن حکیم کے انقلاب کو نہیں سمجھا، یا وہ اس جماعت کو، قرآن کے انقلاب کو ذمہ داری سے، کامیاب بنانے والی جماعت نہیں مانتا یا وہ ان سے لڑائی نہیں کرتا تو ایسا شخص مذکورہ بالا تعریف کے مطابق کافروں کی فہرست میں شامل کئے جانے کا مستحق نہیں سمجھا جائے گا۔

جو شخص ان شرطوں کو پورا کرتا ہے اور قرآنی جماعت کے بالمقابل میدان میں آتا ہے اور پھر ایک ایسی جماعت اس کی حلیف ہو کر لڑتی ہے جس میں یہ تفصیلی اجزا نظر نہیں آتے تو عملی طور پر اس حلیف کو بھی کافر ہی تصور کیا جائے گا۔

آج کل عام مسلمانوں کی ذہنیتیں تو وہی ہیں جو پہلے زمانے کے مسلمانوں نے اپنے مخالف لڑنے والوں کے لئے قائم کی تھیں مگر وہ لڑنے والے آدمی مر چکے۔ ان کے نام سے یا ان کی وراثت سے جو قومیں پیدا ہوئیں ہم لوگ ان کو بھی ان کے آباء واجداد کی طرح لڑنے والا فرض کر لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے۔ یہ مفروضہ اس طرح غلط ہے جس طرح یہ مفروضہ غلط ہے کہ "آج کے مسلمان ان مسلمانوں کے قائم مقام ہیں جنہوں نے قرآن کے جہاد یا انقلاب کو کامیاب بنایا تھا"۔ اگرچہ ایک مسلمان اپنے آپ کو طبعی طور پر ان مسلمانوں کا جائز وارث بناتا ہے مگر یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ وہ باتیں اِن مسلمانوں میں نہیں ہیں اس لئے اُن کی طرح کامیابیوں کے مالک نہیں ہیں۔ ہماری سمجھ میں کافروں کے قائم مقام بھی حقیقت میں ان لڑنے والے کافروں کے پورے پورے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

لڑائی قائم ہو جانے کے بعد حزب اللہ کا فرض

اس کی طرف آیت کے اس حصے میں ارشاد ہے اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِىْ سَبِيْلِىْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِىْ آپ نے دیکھا کہ ان لوگون کو الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کیا ہے۔

پہلے درجے پر ایمان کا مطلب یہ تھا کہ ایمان لانے والا قرآن حکیم کو صحیح مانتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عزم بالجزم کر چکا ہے اور اس کے مخالف قانون کو نہ ماننے کا بھی عزم مصمم کر چکا ہے اب وہ مجمل ایمان ذرا مفصل ہو جاتا ہے۔

سبیل اللہ کیا ہے؟

حزب اللہ کے پروگرام کو سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔

جہاد کیا ہے؟

حزب اللہ کے پروگرام کو کامیاب بنانے کی ہر ایک جدوجہد کو جہاد کہا جاتا ہے۔

جہاد کی غرض و غایت

اس جدوجہد کی عملی صورت قانون متعین کرتا رہے گا۔ قانون کی روح ہمیشہ قائم رکھنی چاہئے تو قانون ٹھیک نتیجہ پیدا کرے گا کیونکہ جب قانون کی روح نظرانداز ہو جاتی ہے تو قانون کی ظاہری پابندی مفید نتائج پیدا نہیں کرتی۔

قانون کی روح

قانون کی روح کو ہمیشہ نظر رکھنے کو "وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ" کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ حزب اللہ کی اعلیٰ جماعت کے لئے جو عنوان مقرر کیا گیا ہے، وہ "رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ" ہے۔ اللہ کو راضی کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس کے قانون کے سوا کسی اور قانون کی پروانہ کی جائے۔ اسی بات کو "ابتغاءَ مرضات اللہ" کہا گیا ہے۔ گویا اللہ کے قانون کو مان کر غیر کے قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے تو اس سے رضاء الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ قانون کی اس سپرٹ کو قائم رکھنا نہایت ضروری ہے۔

حزب اللہ کے قانون کی مخالفت کا مطلب

اس کی طرف لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَ عَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡہِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ میں ارشاد ہے اور جس کی تفصیل تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡہِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ ۖ ہے۔

یعنی قانون کی خلاف ورزی کا مطلب یہ ہے کہ "میرے اور اپنے دشمن کو دوست بناتے ہو اور پھر اسے خفیہ پیام بھیجتے ہو" جب تم نے ان کے ساتھ دشمنی کا اعلان کر دیا ہے تو پھر دوستی کہاں تک معقول ہو سکتی ہے؟ یہ مخالف کی ادنیٰ ترین اعانت ہے اس سے انسان خود ہی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ اعانت کتنا جرم ہے۔

وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝

یہ جماعت حزب اللہ کہلاتی ہے اس لئے اس کے اعمال کی نگرانی اللہ سبحانہ تعالیٰ خود ہی کرے گا اور وہی انسان کو اس کے اعمال کے مطابق ثمرہ دے گا۔ سَوَآءَ السَّبِيْلِ حزب اللہ کے پروگرام کی مخالفت کرنے والا غلط راستے پر چل پڑا ہے، اس لئے اسے خدا ضرور سزا دے گا۔

سورۃ کے باقی حصے میں اس مرکزی آیت کی تشریح ہے۔

آیت نمبر ۲: اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ؕ ۝

(اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو اظہار عداوت کرنے لگیں اور تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم منکر ہو جاؤ۔)

مخالفین کا مقصد

تمہاری اس غلطی سے تمہارے دشمن کیا فائدہ اٹھاتے ہیں؟ اگر وہ ملی نقصان جو تمہاری اس حرکت سے پہنچ سکتا ہے تمہاری نظروں میں ہوتا تو تم ایسی حرکت نہ کرتے! وہ نقصان یہ ہے کہ مخالف تمہاری بھیجی ہوئی اطلاعات سے فائدہ اٹھا کر تمہارے پروگرام کو توڑنا اور تمہیں اس سے منکر بنانا چاہتے ہیں۔

آیت نمبر ۳: لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

(تمہارے رشتہ دار اور اولاد، قیامت کے دن تمہیں فائدہ نہیں پہنچائیں گے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔)

تم نے اتنے بڑے نقصان کے مقابلے میں جو جزوی فائدہ سوچا تھا کہ اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو فائدہ پہنچا سکو گے یہ رشتہ داری اللہ کے ہاں پہنچ کر یعنی قیامت میں تمہارے کام آنے والی چیز نہیں ہے۔ جس رشتہ داری میں خدا کے حکم کا خیال نہ ہو وہ خدا کے سامنے پیش ہونے تک ٹوٹ جائے گی۔ (يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ) لٰہذا جزوی فائدے کو مقدم نہ کرو۔

آیت نمبر ۴، ۵۔ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗۤ اِلَّا قَوۡلَ اِبۡرٰهِيۡمَ لِاَبِيۡهِ لَاَسۡتَغۡفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمۡلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَاِلَيۡكَ اَنَبۡنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَاغۡفِرۡ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝

(بے شک تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام میں اچھا نمونہ ہے اور ان لوگوں میں جو ان کے ہمراہ تھے۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ بے شک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو! ہم نے تمہارا انکار کر دیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور بیر ہمیشہ کے لئے ظاہر ہو گیا یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ۔ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں تمہارے لئے معافی مانگوں گا اور میں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے کسی بات کا مالک بھی نہیں ہوں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں ان کا تختۂ مشق نہ بنا جو کافر ہیں اور اے ہمارے رب! ہمیں معاف کر۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال

حزب اللہ میں کوئی شخصیت ایسی ہے جس کو آئیڈیل سمجھا جائے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ جو سلوک کیا وہی معاملہ تمہیں کرنا چاہئے۔ انہوں نے علی الاعلان کہہ دیا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا ہو گیا ہے یہ مخاصمت اس وقت تک رہے گی جب تک تم خدا کے قانون کی اطاعت کی طرف لوٹ نہ آؤ۔ اب ہم تمہارے دشمن ہیں اور تمہیں اس کام میں مدد دینے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ان کی دعا یہ تھی: "رَبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَاِلَيۡكَ اَنَبۡنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَاغۡفِرۡ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝" تم بھی اس دعا کو اپنا آئیڈیل بناؤ۔

اس صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا

اِلَّا قَوۡلَ اِبۡرٰهِيۡمَ لِاَبِيۡهِ لَاَسۡتَغۡفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمۡلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے دعا مانگی تھی، ان کی یہ بات قابل تقلید نہیں ہے۔ انسانوں کی لغزشوں پر قرآن اپنے قانون نہیں بدلتا۔

آیت نمبر ۶ لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡهِمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ۚ ۝

(بلاشبہ ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے، جو اللہ کا اور قیامت کے دن کی امید (عقیدہ) رکھتا ہو اور جو روگردانی کرے گا تو اللہ بالکل بے نیاز اور لائق تعریف ہے۔)

الغرض تمہارے لئے ان لوگوں کے افعال واعمال بہترین نمونہ ہیں۔ جو شخص ان کے نمونے پر نہ چلے اللہ کو اس کی مطلق پرواہ نہیں ہے اگر اس کا دعویٰ خدا سے محبت کا ہے تو اسے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے طریق پر چلنا چاہئے۔

آیت نمبر ۷ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(شاید کہ اللہ تم میں اور ان میں کہ جن سے تمہیں دشمنی ہے دوستی قائم کر دے، اور اللہ قادر ہے اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔)

کیا دوستی کا امکان ختم ہو گیا؟

کیا اب یہ سمجھ لیا جائے کہ جو لوگ ہمارے دشمن ہیں، ان سے دوستی پیدا ہونے کا امکان ختم ہو گیا، اس لئے ان سے کوئی دوستانہ معاملہ کرنا ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا؟

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ یہ مطلب نہیں۔ خدا ایسے سامان پیدا کرے گا کہ ان کے ساتھ دوستی پیدا ہو جائے، مگر یہ غلط ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی کر کے، ان سے دوستی پیدا کرو۔ اللہ انہی کے دلوں میں انقلاب پیدا کر دے گا کہ وہ تم سے دشمنی کرنا چھوڑ دیں گے، اس وقت تم بھی ان سے دوستی کر سکتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دشمنی کر رہے ہوں تو ان کی محبت تم اپنے دلوں میں رکھ کر ان کی مدد کرو۔

آیت نمبر ۸ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

(اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے، اس بات سے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔)

دوستی کیا جائز ہے؟

یہاں مذکورہ بالا خیال کی تصریح کی گئی ہے یعنی جب ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ وہ لڑنا چھوڑ دیں تو پھر ان سے

دوستی ممنوع نہیں ہے۔

آیت نمبر ۹: اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝۹

(تمہیں اللہ انہی سے منع کرتا ہے کہ جو دین میں تم سے لڑیں اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے پر لوگوں کی مدد بھی کی، کہ ان سے دوستی کرو۔ اور جس نے ان سے دوستی کی تو پھر وہی ظالم بھی ہے۔)

دوستی کرنے کی ممانعت اس وقت تک ہے جب تک وہ دشمنی پر ہیں۔

قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ سے مراد اصل دشمن اور وَ ظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ سے مراد ان کے حلیف ہیں۔

دشمن کا دوست

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ جو دشمنوں سے دوستی کرے وہ بھی دشمنوں ہی میں شمار ہونے لگتا ہے۔

فصل دوم

حزب اللہ کے ممبروں کے فرائض قانونی طور پر منضبط کر لئے گئے ان کی روح تخریبی ہے یعنی یہ کہ یہ "کام نہیں کرنا چاہئے" اب انہیں بتایا جائے گا کہ "انہیں کیا کرنا چاہیے"۔

دشمن کا آدمی مسلم کیمپ میں

فصل اول میں اس امر پر بحث کی گئی تھی کہ ایک شخص حزب اللہ کا رکن ہو کر کفار کے ساتھ خفیہ راہ و رسم پیدا کرے، تو کیا کرنا چاہیے؟ اب اس فصل میں اس کے برعکس اس مسئلے پر بحث کی گئی ہے کہ کوئی شخص مخالف کیمپ میں ہوتے ہوئے حزب اللہ کی طرف دست مودت بڑھائے تو کیا کرنا چاہئے۔

جو لوگ مخالف کیمپ سے آتے ہیں وہ بعض اوقات دشمنی کے لئے آتے ہیں گو وہ اپنے آپ کو دوست ظاہر کرتے ہیں، وہ یا تو مسلم کیمپ میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں یا یہاں کے راز کی جستجو کرتے ہیں، اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ دشمن کے کیمپ سے تمہارے پاس آئیں پہلے ان کا امتحان لے لو تاکہ دیکھ لو کہ وہ دشمنی کرنے تو نہیں آئے؟ اگر تم سمجھو کہ وہ دوستی کی راہ سے آئے ہیں تو ان کو اپنی جماعت میں شامل کر لو، لیکن اگر وہ اپنے ساتھ روپیہ

پیسہ لائے ہیں تو وہ واپس کر دو۔ یہ روپیہ کافروں کا شمار ہوگا۔اسے مسلم کیمپ میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

بعض نااہل فقیہ مسلمانوں میں ایسے پیدا ہوگئے جنہوں نے مسلمانوں کی اجتماعی مالی طاقت کو سخت صدمہ پہنچایا۔ وہ انارکسٹ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اجتماعیت کے معنی جانتے ہی نہیں۔ بد قسمتی سے انارکسٹ فقیہوں کا فقہ حنفی پر غلبہ ہو گیا،اس کا سبب بادشاہوں کا ظلم ہے۔ بادشاہوں کے ظلم سے بچنے کے لئے ہر شخص بادشاہ کے حکم کا انکار نہ کرنا اپنا کمال سمجھتا ہے۔اس طرح ہوتے ہوتے ان میں سے اجتماعیت بالکل رخصت ہو گئی۔

آیت نمبر ۱۰: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْیَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۝

(اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں، تو ان کی جانچ کر لو، اللہ ہی ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ پس اگر تم انہیں مومن معلوم کر و تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ! نہ وہ عورتیں ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافران کے لئے حلال ہیں۔اور ان کفار کو دے دو، جو کچھ انہوں نے خرچ کیا۔اور تم پر گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جب تم انہیں ان کے مہر دے دو۔اور کافر عورتوں کے ناموس کو قبضہ میں نہ رکھو۔اور جو تم نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا وہ مانگ لیں۔اللہ کا یہی حکم ہے جو تمہارے لئے صادر فرمایا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔)

فَامْتَحِنُوْهُنَّ "امتحان کا طریق" آیت نمبر ۱۲ میں آتا ہے۔

کافر خاوندوں کا مہر واپس کر دیں

وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا یہ عورتیں جو تمہارے پاس آتی ہیں ان پر ان کے پہلے خاوندوں نے جو مال خرچ کیا ہے یعنی ان کا مہر، وہ ان کو واپس کر دو۔

وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ یعنی تم اپنا مہر ادا کر کے ان سے نکاح کر سکتے ہو۔

وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ جس طرح بعض عورتیں کافروں کے کیمپ سے مسلم کیمپ میں آتی ہیں ایسے ہی کچھ عورتیں وہ بھی ہیں جو مسلمانوں کے نکاح میں تھیں، مگر وہ ہجرت کی قائل نہ تھیں اس لئے وہ پیچھے کافروں کے کیمپ میں رہ گئیں، جس طرح پہلی قسم کی عورتوں کے پہلے تعلقات کو قانون تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے ،اس

طرح ان مسلمانوں کے کافر عورتوں کے ساتھ تعلقات کو بھی قرآنی قانون تسلیم نہیں کرتا اور حکم دیتا ہے کہ ان سے اپنے تعلقات قطع کرو۔ اس لئے حکم دے دیا کہ ان عورتوں کا ناموس جو کافرہ گئیں اور اسلامی پروگرام کو تسلیم نہیں کرتیں اپنے قبضے میں مت رکھو۔

اپنی بیویوں کا مہر واپس لے لو

وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ تم نے اپنی بیویوں کا جو مہر مقرر کیا تھا وہ ان سے واپس لے لو۔

وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا انہوں نے جو مہر مقرر کیا تھا وہ تم سے لے لیں۔

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ یہ حکم اللہ کا ہے اس لئے انصاف پر مبنی ہے جو کافر انصاف کرتا ہے وہ اللہ کا حکم قائم کرتا ہے جو مسلمان ظلم کرتا ہے وہ شیطان کا حکم قائم کرتا ہے۔ ایسا مسلمان اجتماعیت کو فراموش کر چکا ہے۔

آیت نمبر ۱۱: وَاِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

(اور اگر کوئی عورت تمہاری عورتوں میں سے کفار کے پاس نکل گئی ہے، پھر تمہاری باری آجائے تو، تم ان مسلمانوں کو اتنا مال دے دو، جن کی بیویاں چلی گئیں ہیں جتنا کہ انہوں نے دیا تھا۔ اور اس اللہ سے ڈرو کہ جس پر تم ایمان لائے ہو۔)

اگر کافر مہر ادا نہ کریں

اگر کافر لوگ ان عورتوں کے مہر ادا نہ کریں جو تم نے چھوڑی ہیں، تو مال غنیمت میں سے پہلے ان مسلمانوں کا حق ادا کرو جن کی بیویاں کفار کے پاس جا چکی ہیں۔

فَعَاقَبْتُمْ ہاتھ مارو۔ ان سے اتنا مال غنیمت لے لو۔

مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا جتنا مسلمانوں نے خرچ کیا ہے وہ انہیں دے دو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ کے انصاف کی پیروی کرو یعنی خود بھی انصاف کرو۔

آیت نمبر ۱۲: يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

(اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں، کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی، جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفہ شوہر سے جنی ہوئی) بنالیں اور نہ کسی نیک بات میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو ان کی بیعت قبول کر، ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگ! بے شک اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔)

امتحان کا طریق

کفار کی جو عورتیں امتحان دینے کے بعد قبول کی جاسکتی ہیں (جس کی طرف آیت نمبر ۱۰ میں اشارہ کیا گیا ہے) ان کے امتحان کا کیا قاعدہ ہوگا؟ یہ طریقہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے نئے رکن کے فرائض متعین ہو جائیں گے، یعنی یہ کہ وہ کن کن چیزوں کا اقرار کرے کہ اسے حزب اللہ کی رکنیت کے لئے قبول کرلیا جائے۔

بیعت کا مطلب

یُبَایِعْنَكَ 'اپنا پورا اختیار تجھے دے دیں'۔ 'اپنا سر رکھ دیں' یعنی اقرار کریں کہ اگر ہم حزب اللہ کی خلاف ورزی کریں توآپ سزا جاری کرنے کے پورے پورے مختار ہیں۔

سیاست اور بیعت

جب ہم ایک عہد کریں اور ساتھ ہی یہ بھی اقرار کرلیں کہ اگراس کی خلاف ورزی کریں تواس کی سزا بھگتنے کو تیار ہیں، خواہ وہ ضبطی مال کی صورتیں ہو یا سر قلم کرنے کی شکل میں، ہم ہرگز اعتراض نہ کریں گے، اس اقرار نامے کو بیعت کہتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ اس بیعت کو سیاسی رکنیت کی اساس قرار دیتے ہیں (القول الجمیل اور فیوض الحرمین) ہمارے نادان علماء سیاست کو مذہب سے علیحدہ تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اسلام وایمان کی بیعت گویا ان کے نزدیک سیاسی اہمیت نہیں رکھتی۔ ہم ان لوگوں کو سفہائے امت میں سے گنتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا ہم پر بڑا احسان یہی ہے کہ انہوں نے ہمیں اجتماعی سیاست سمجھادی ہے۔ انہوں نے جن اصولوں پر اسلامی اجتماعیت کو حل کیا ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا گو وہ لوگ اپنا فکر (Idea) الگ رکھتے ہیں مگر اسے کامیاب بنانے کے لئے قوانین وہی تجویز کرتے ہیں، جو شاہ صاحب بتاتے ہیں۔ ان نادان فقہا کے پیچھے چل کر مسلمان کبھی ان مصیبتوں کے سمندروں سے پار نہیں

اتر سکتے جو ان کی اجتماعیت ٹوٹنے کے بعد ان کے راستے میں حائل ہوگئے ہیں۔ اب نہ ہمارا علمی نظام باقی رہا ہے نہ اخلاقی، نہ مالی۔ نہ گھر کا ٹھکانہ ہے، نہ مسجد کا، ہر جگہ بد نظمی ہی بد نظمی مہیب شکل میں نظر آ رہی ہے! اس کے لئے ایک اجتماعیت شناس امام چاہیئے جو قرآن کا اجتماعی نقطۂ نظر سمجھا سکے۔ کوئی مستعار سیاست یا ادھورا پروگرام مسلمانوں کو مصیبت سے نجات نہیں دلا سکتا۔ اس سلسلے میں شاہ صاحب کے پروگرام کے ماسواء کوئی پروگرام ہمیں نظر نہیں آتا۔ اس پروگرام کے دو حصہ ہیں:

(۱) خلافت باطنہ اور (۲) خلافت ظاہرہ

شاہ صاحب کی حکمت کے مطابق اس بیعت ہی کے طریقے سے حکومت پیدا ہوتی ہے اس کی دو شکلیں ہیں۔

(۱) اگر لڑنے کی اجازت نہ ہو تو شاہ صاحب اسے خلافت باطنہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) اگر لڑنے کی اجازت ہو تو اسے خلافت ظاہرہ قرار دیتے ہیں۔

حکومت کس طرح قائم کی جاتی ہے؟

شاہ صاحب بادشاہ کا لفظ استعال نہیں کرتے ان کی نگاہ میں بادشاہی فقط ذات خداوندی کو زیبا ہے۔ ان کے نزدیک مسلمان کا بہترین امتیاز یہ ہے کہ وہ اللہ کا بہترین نائب ہو کر حکومت کرے۔ اس لئے وہ اسے خلافت سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کی بادشاہی اس بیعت ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ بیعت کرنے والا آدمی جس سے بیعت کرتا ہے اسے ایک سلطان مانتا ہے۔ اگر وہ فقیہ ہے اور حکیم ہے تو ایک آدمی کی بیعت ہی سے اس کی سلطنت کی بنیاد پڑے گی اگر سفیہ ہے تو لاکھوں کے مجموعے سے بھی کوئی نظام قائم نہیں ہو سکتا نہ کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

بیعت کی مدات

مومن عورتیں کن باتوں پر بیعت کرتی ہیں؟

(۱) انکار شرک: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گی۔ کسی شخص کو اپنا کارساز ماننا اسے خدا کا شریک بنانا ہے۔ اسی طرح کسی شخص کو حکومت کا مرکز ماننا بھی شرک کرنا ہے۔ وہ وعدہ کرتی ہیں کہ ان دونوں قسموں کے شرکوں میں سے کسی قسم کا شرک بھی قبول نہیں کریں گی۔

(۲) مالی حقوق کی حفاظت: ’’وَّلَا یَسْرِقْنَ‘‘ کسی کا مال نہیں چرائیں گی۔ لوگوں کے جو مالی حقوق مسلّمہ ہوں گے ان

کی خلاف ورزی نہیں کریں گی۔ مالی حقوق پر کم سے کم درجے کا حملہ چوری ہے۔ وہ یہ نہیں کریں گی، چہ جائیکہ اس سے بالاتر کسی اور ذریعے سے کسی کا مال ہضم کرنے کی کوشش کریں۔

(۳) حفاظت عزت : وَلَا يَزْنِيْنَ وہ زنا نہیں کریں گی۔ انسان کی عزت، عصمت کے ساتھ نکاح کی پابندی میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ وعدہ کرتی ہیں کہ کسی کی عزت برباد نہ کریں گی۔

(۴) اولاد کا قتل نہ کرنا : وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ ۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اپنی عزت بچانے کے لئے اور زنا کاری چھپانے کے لئے اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔

(۵) نیوگ کا انکار : وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ ایک کا بچہ دوسرے کے نام نہ لگائیں گی۔ ایک عورت ایک مرد سے بچہ لے کر دوسرے کے نام لگادیتی ہیں۔ یہ بہتان ہے۔ پہلے لوگوں میں رواج رہا ہے کہ ایک مرد سے کام نہ چلے تو عورت دوسرے مرد سے بچہ لے آتی ہے اسے نیوگ کہتے ہیں یہ حرام ہے۔ عورت ایسی حرکت نہ کرے۔ بچہ پیدا کرنے کی خواہش اور نسل بڑھانے کا جذبہ بے شک تقاضائے فطرت انسانی ہے مگر ایک مصنوعی طریقے کو فطرت کا قائم مقام بنانا بہتان ہے جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

ہمارے لوگوں نے چند خاص ملکوں میں بیٹھ کر اور ان کے اندر رہ کر قوانین بنائے ہیں۔ وہ ان ملکوں کی فقہ ہے۔ یہ فقہ ساری کی ساری قرآن حکیم میں نہیں آسکتی۔ پس بغداد کی فقہ ہندوستان میں نہیں لائی جاسکتی اور انگلستان کا قانون کسی دوسرے ملک میں نہیں چل سکتا۔ بخارا کے بادشاہ ہندوستان پر حاکم ہو جاتے ہیں اور انگلستان کے تاجر ہندوستان میں آتے ہیں دونوں اپنے اپنے ملکوں کے قانون یہاں جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ ان قوانین کے سمجھنے سے عاجز آجاتے ہیں انہی میں سے نیوگ کا مسئلہ ہے۔ لوگ اسے زنا میں داخل کرتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ ایک قانون کے تحت ہے اس لئے اسے زنا نہیں کہا جاسکتا۔ زنا سے مراد ہے کسی قسم کا نکاح نہ ہونا اور نیوگ ایک قسم کا نکاح ہے کہ اسے زنا کے تحت نہیں لایا جاسکتا ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کو اسے جداگانہ طور پر منع کرنا پڑا۔

اب تک جو چیزیں تھیں وہ منفی حیثیت میں تھیں اب ایک مثبت چیز سے اس قانون کی تکمیل کردی جاتی ہے وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ

معروف کا معنی

جو چیز کسی ملک میں عقلاء کی مجاریٹی (اکثریت) میں معقول مانی جائے، اسے معروف کہا جاتا ہے۔ جب بیعت

معروف پر ہو گی تو گویا ساری شریعت کو تسلیم کر لیا گیا۔

فَبَايِعْهُنَّ ان کی بیعت قبول کر لو

وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اگر وہ غلطی سے خلاف ورزی کر بیٹھیں تو اللہ سے ان کے لئے مغفرت طلب کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ حرب اللہ کی کمزور حالت میں عورتیں اس کی ممبر بنتی ہیں مگر وہ سیاسیات میں بڑی طاقت نہیں مانی جاتیں اس سے انہیں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ ان کی کمزوری دور کر دے گا اور یہ چھوٹی طاقت بھی بہت بڑا کام کر سکتی ہے۔

آیت نمبر ۱۳: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

(اے ایمان والو! اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہوا، وہ تو آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے جیسے کافر اہل قبور سے ناامید ہو گئے۔)

زندگی پر مایوسی کا اثر نہ ہونے دو

کفار جو اہل کتاب سے نہیں ہیں اہل قبور سے بالکل مایوس ہو چکے ہیں۔ یہ مایوسین کی پہلی جماعت ہے۔ یہ لوگ سمجھ بیٹھے ہیں جو قبر میں چلا گیا اس کی ترقی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ انہوں نے اپنی ترقی کا میدان فقط قبر سے پہلے تک سمجھ لیا ہے۔ ان کے مقابلے میں مایوسین کی دوسری جماعت اہل کتاب کی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ باوجود آخرت کو تسلیم کرنے کے عملی طور پر اپنے آپ سے مایوس ہو چکے ہیں اور یقین کر چکے ہیں کہ وہ اپنے جماعتی نظام سے ترقی کی کوئی ہمت پیدا نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کسی بڑے انسان کی آمد پر امیدیں لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ آئے گا تو ہم ترقی کر سکیں گے، اس کے بغیر ہم اجتماعی نظام سے کوئی کام نہیں لے سکتے۔ یہ یہود ہیں مسلمان ان سے دوستی پیدا کر کے ان کی مانند نہ بن جائیں اور کسی بڑی خارجی طاقت کے منتظر بن کر نہ بیٹھ رہیں بلکہ قرآن حکیم کی مدد سے اپنی ترقی کا سامان آپ اپنے اجتماعی نظام کی مدد سے پیدا کریں۔ یہود و نصاریٰ دونوں اپنی آخرت سے مایوس ہو کر قبر سے پہلے تک اپنا میدان ترقی سمجھنے لگ گئے ہیں۔ مسلمان ان خیالات سے متاثر نہ ہوں۔

آخرت اور زندگی کا تلازم

قوموں کی زندگی میں آخرت کا عقیدہ ان کے دنیاوی عقیدہ کا بطن ہوتا ہے۔ جب یہ آخرت کی زندگی سے مایوس

ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں مایوس ہو جائیں گے۔ایک ہی عمل ہے وہ منہ میں ایک اثر پیدا کرتا ہے اور پیٹ میں جا کر دوسرا پیدا کرتا ہے۔منہ کے اندر پیدا شدہ اثر کو ظاہر حیات تصور کیا جائے تو پیٹ کے اندر پیدا شدہ اثر کو باطنی حیات کہا جا سکتا ہے۔یہ دونوں حالتیں لازم و ملزوم ہیں۔جو شخص اپنے اعمال سے آخرت میں مایوس ہے وہ اپنی محبت اور اجتماعیت سے دنیا میں بھی ترقی کا کوئی سامان پیدا کرنے کی امید اپنے اندر پیدا نہیں کر سکے گا۔اس قسم کے لوگوں سے دوستی پیدا کر کے ان کے سے نہ ہو جاؤ!

مایوسین کی محبت کے نقصانات

اس سورت کے آغاز میں کہا گیا تھا کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ یعنی ان لوگوں کے ساتھ جو اجتماعیت اسلامیہ کے دشمن ہیں اور اس میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں، ان سے کسی قسم کی محبت نہ رکھو، تو اس کی حکمت آخری آیت میں بیان فرمادی کہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم بھی اپنی زندگی سے مایوس ہو جاؤ گے۔ درمیان میں اور بھی بہت سے نقصانات اس قسم کی دوستی سے پیدا ہوں گے، جن کا ذکر آچکا ہے مگر سب سے بڑا نقصان یہ اخلاقی نقصان ہے جو عام مایوسیت (Pessemism) کی شکل میں ظاہر ہو گا۔یہ تمہاری موت ہے۔

آخر اور اولیٰ ایک دوسرے کے مقابل الفاظ ہیں، اگر ایک چیز کو اولی کہا جائے تو دوسری چیز کو آخرۃ کہنا چاہئے۔ دنیاوی زندگی کا ایک حصہ جو پہلے اور اولی ہو تو جو حصہ اس کے بعد آئے گا اسے آخرۃ کہنا جائز ہے، گویا دنیاوی زندگی کی آخرۃ وہ ہے جو دوسری زندگی سے متصل ہوتی ہے۔پس دنیاوی زندگی کا آخری حصہ اور دوسری زندگی کا پہلا حصہ آپس میں علت و معلول کا تناسب رکھیں گے۔جس شخص کے دل میں دوسری زندگی کی کامیابی کا تصور ہو وہ ضرور اپنی دنیاوی زندگی کے آخری حصے میں کامیابی کا یقین حاصل کرنا چاہے گا تو وہ علت و معلول کا تناسب قائم رکھ سکے گا۔

ایک قوم اہل کتاب ہے اس کی اسی تعلیم نے اسے ایک فکر دیا ہے۔اگر یہ اپنی ہمت اور اس کتاب کی تعلیمات کی پابندی سے اس فکر کو حاصل کرنے سے مایوس ہو گئی تو اس کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَۃِ

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌلَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کی تفسیر

سورۃ الضحیٰ میں جو آیا ہے وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌلَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی تو اس میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی زندگی مبارک کی دو حالتوں میں تناسب دکھایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ دوسری حالت جو آنے والی ہے وہ اس پہلی حالت سے اچھی ہو گی جس میں وحی کے انقطاع کی وجہ سے مایوسی ہو گئی تھی۔ جیسے سورج ڈھل جاتا ہے اور رات ہو جاتی ہے اور پھر

دوسرے دن سورج نکل آتا ہے اسی طرح وحی کے انقطاع سے مایوسی کا نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔ یہ انقطاع اس لئے ہوا کہ دوسری وحی پہلی سے قوی تر آنے والی ہے، پہلی وحی اس کے لئے بنیاد کا کام دے گی۔ پس یہ بنیاد جس قدر مضبوط ہوگی اس پر اسی قدر مضبوط عمارت بن سکے گی اس لئے عارضی انقطاع وحی سے جو حالت پیدا ہوئی ہے اسے اولی سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے بعد سلسلہ وحی کے آغاز سے جو نیا دور حیات شروع ہوا ہے اسے آخرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسی طرح اس تمام دنیاوی زندگی کو اولی کہا جاے تو حیات مابعد الممات کو آخرت کہنا جائز ہے لیکن ان معنوں میں آخرت کی بہتری ان سے پہلے معنوں میں اولی کی بہتری پر موقوف ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمے کی طرف ''تفہیمات الٰہیہ'' میں اشارہ فرمایا ہے۔